Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
الایضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.pk
JAN-JUNE 2022
VOL:40 ISSUE:1

مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیقی مساعی کی عصری معنویت
(فقہی اختلافات کے تناظر میں)

The importance of conformity between various Schools of Islamic Jurisprudence in contemporary era (in the light of jurisprudential conflicts)

Issue: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/issue/view/36*

URL: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/article/view/773.*

Article DOI: *https://doi.org/10.37556/al-idah.040.01.0773*

Author(s): Saeed Ahmad Saeedi
Assistant Professo, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab Lahore. Email: saeed.is@pu.edu.pk

Ijaz Ahmad
Director, Shaikh Zayed Islamic Centre, University of Punjab Email: director.szic@pu.edu.pk

Citation: *Saeed Ahmad Saeedi and Ijaz Ahmad 2022. The Importance of Conformity Between Various Schools of Islamic Jurisprudence in Contemporary Era (In the Light of Jurisprudential Conflicts). Al-Idah . 40, - 1 (Mar. 2022), 149 - 160.*

Received on: 18 – Oct - 2021
Accepted on: 25 – Feb - 2022
Published on: 15 – March - 2022

Publisher: *Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 40 Issue: 1 / Jan – June 2022/ P. 149 - 160.*

cc BY
Islamic Research Index
Crossref
DOAJ DIRECTORY OF OPEN ACCESS JOURNALS
AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY
INTERNATIONAL Scientific Indexing
INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

Abstract:
Ijtihad is a unique feature of Islam which testifies to the adaptive nature of Islam. Imam Abdul Wahab Sha'rani and Shah Wali Ullah are iconic personalities, who have contributed immensely for the reformation of Islam. In this write up, arguments of Imam Sha'rani and Shah Wali Ullah have been discussed and compared to create jurisprudential conformity which is crucial to create unanimity in Muslim societies, to solve present sectarian issues, development of mutual respect and eradication of narrow-mindedness and intolerance. There should be guiding principles for establishing conformity among the jurisprudential schools of thought there should be effort for making a collective Jurisprudence.
Key Words:
Islamic Jurisprudence, Differences, Conformity

قرآن وسنت سے براہِ راست احکامِ شرعیہ کا استنباط اور دلائلِ شرعیہ سے غیر منصوص مسائل کا شرعی حل معلوم کرلینا انسانی فہم وبصیرت میں فطری تفاوت کے باعث ہر آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے۔اسی لیے ایسے پیش آمدہ معاملات میں صاحبانِ استنباط کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

" وَإِذَا جَاءهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لاَتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلاَّ قَلِيلاً"[۱]

"اور انھیں جب کوئی بات امن یا خوف کی پہنچتی ہے تو یہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اسے رسول (کریم) ﷺ اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جو لوگ استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کی حقیقت بھی جان لیتے۔"

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

"فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"[۲] "پس تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تم علم نہیں رکھتے".

نبی رحمت ﷺ نے نہ صرف اجتہاد کی اجازت دی بلکہ مجتہد صحابہ کرام کے اجتہاد کی تحسین بھی فرمائی اور مجتہد مخطئ کے لیے ایک جبکہ مجتہد مصیب کے لیے دوہرے اجر کی بشارت دی۔ نبی رحمت ﷺ کے خاتم الانبیا و المرسلین ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی حفاظت کے لیے ہر عہد میں ایسے رجالِ کار پیدا فرمائے، جن کے بروقت اجتہادی وتجدیدی اور اصلاحی و دعوتی کارناموں نے دینِ اسلام کی حقانیت ثابت کرکے باطل قوتوں کو ہمیشہ شہ مات دی ہے اور اسے ہر دور میں قابلِ عمل قرار دیا ہے۔اس حوالے سے فقہاء کرام کی ایک فہرست ہے

جنھوں نے اپنی علمی خدمات میں تطبیقی اسلوب اختیار فرمایا اور امت کے اتحاد کے لیے بعض نے علمی، بعض نے فکری اور معدودِ چند نے عملی مساعی کیں۔ چنانچہ قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابن رشد القرطبیؒ نے "بدایۃ المجتہد" میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ پہلے متذکرہ مسئلہ میں مذاہبِ فقہ کی آراء بیان کرتے ہیں، پھر سببِ اختلاف میں ان کے دلائل لاتے ہیں۔ کہیں جمہور کا نقطۂ نظر بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض مقامات پر اپنی رائے کا بھی اظہار کرتے ہیں۔

علامہ عبد الغنی النابلسی نے "خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق" میں تقلید و تلفیق کے علاوہ فقہی مسائل میں اختلافات کے مابین تطبیق سے متعلق نہایت متوازن رائے کا اظہار کیا ہے۔ علامہ ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی نے "اختلاف الفقہاء" میں ائمہ فقہ کے مابین اختلاف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ در حقیقت یہ اختلاف اخلاص پر مبنی تھا اور ہر امامِ فقہ نے اپنی بساط کے مطابق اجتہاد کرکے رائے دی ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے "مقدمہ تدوین فقہ" میں بیان کیا ہے کہ ائمہ فقہ کا اختلاف مبنی بر اخلاص ہونے کی بناء پر امت کے لیے سراپا رحمت ہے، یہی وجہ ہے کہ ائمہ فقہ، اختلافِ رائے کے باوجود ایک دوسرے کا احترام اور محبت کرتے تھے۔ آپ نے یہ بھی واضح کیا کہ "فقہ" کا مطلب اپنی طرف سے شریعت میں اضافہ نہیں بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل نکالنا ہے۔ آپ نے جناب رسالت مآب ﷺ کو فقہ اسلامی کا پہلا معلم قرار دیا ہے، بلاشبہ آپ کی اس تصنیف کو "اسلامی فقہ کی تدوین نو" کا دیباچہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے "اختلاف الائمہ" میں ائمہ فقہ کے مابین اختلاف کے ادوار، اس کی وجوہات اور حکمتیں بیان کرتے ہوئے یہ باور کروایا ہے کہ ان کے درمیان اختلافات کی بڑی وجہ "ترجیح بین الروایات" ہے، اس طرح یہ اختلاف اصل مسئلہ کی مشروعیت میں نہیں بلکہ افضلیت کے اعتبار سے ہے اور یہ اس طرح ہے جس طرح مختلف اطباء کے طریق علاج میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے "خطبات بہاولپور" میں مذاہب فقہ کے آغاز وارتقاء کے بارے میں نہایت جامع ومانع تذکرہ کیا ہے، جس میں فقہی اختلافات کی حقیقت و حکمت پر فاضلانہ رائے دی ہے۔ لیکن اس حوالے سے جو کام امام عبد الوہاب شعرانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے کیا ہے، اس کی مثال کہیں اور دکھائی نہیں دیتی۔ ان دونوں بزرگوں نے نہ صرف اس موضوع پر علمی وفکری مواد مہیا فرمایا بلکہ عملی طور پر "کتاب الطہارۃ" سے لے کر آخر تک ائمہ فقہ کے مابین دلائل میں تطبیق کرکے دکھائی۔

ذیل میں مختصراً ان دونوں شخصیات کے کام کا تذکرہ اور عصری اہمیت ومعنویت پیش کی جارہی ہے

۱۔ امام عبد الوہاب شعرانیؒ نے مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق وتوفیق کی کامیاب اور عدیم النظیر کوشش کی۔ چنانچہ آپ "المیزان الکبریٰ" کے مقدمہ میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ کتاب (المیزان الکبری) ایک نہایت نفیس میزان ہے جس میں میرا مقصود ایسے مضامین کا لانا ہے جن میں اصحابِ اجتہاد اور ان کے مقلّدین کے مختلف اقوال کو ان کے دلائل کے ساتھ اس طرح پیش کیا جائے کہ ان میں ذرا بھی تعارض نہ رہے اور وہ سارے ایک ہی سلسلہ کی مختلف کڑیاں معلوم ہوں اور میرا یہ قصد ایسا نادر ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نے کسی زمانہ میں اس پر قلم نہیں اُٹھایا''۔[۳]

آپ نے یہ حقیقت بھی واضح کی کہ تمام شریعت کا حاصل صرف دو ہی چیزیں ہیں:

امر اور نہی، اور علماء کے نزدیک ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں، تخفیف اور تشدید (رخصت و عزیمت)، تو کل چار ہوئیں۔ رہی پانچویں قسم یعنی مباح، اگر اس میں نیت خیر ہے تو وہی مباح، مندوب یعنی مستحب بن جاتا ہے اور اگر نیت بد ہے تو وہی مباح، قسمِ مکروہ بن جاتا ہے اور یہی تمام شریعت کا حاصل ہے۔ للذا جو شخص قوی ہو اُس کو مرتبۂ تشدید (عزیمت) چھوڑ کر نیچے کے درجۂ تخفیف (رخصت) پر اتر آنے کا حکم نہ دیا جائے گا، جب تک وہ تشدید پر عمل کر سکے کیونکہ ایسا کرنے میں دین کے ساتھ استہزاء لازم آتا ہے۔ اسی طرح ضعیف شخص کو اُس کے مناسب مرتبۂ تخفیف (رخصت) کو چھوڑ کر اوپر کے درجۂ تشدید (عزیمت) پر چڑھنے کی تکلیف نہ دی جائے گی، جب تک کہ وہ اس پر عمل کرنے سے عاجز رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ باوجود عاجز ہونے کے اگر وہ خود اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے اسے اپنانا چاہے تو اُسے منع نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ شریعت منع نہ کرتی ہو۔[۴]

اسی طرف ارشاد الٰہی:

''فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ''۔[۵] ''پس ڈرو اللہ سے جہاں تک تم سے ہو سکے۔''

اشارہ کرتا ہے اور اسی جانب ارشاد نبوی ﷺ دلالت کرتا ہے کہ

''وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ''۔[۶] ''جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اُس کو بجالاؤ۔''

آپ نے ''المیزان الکبریٰ'' کے آغاز میں چند فصلیں مقرر کی ہیں، جو پیش آمدہ اشکالات کے لیے شرح کی حیثیت رکھتی ہیں اور مقاصدِ کتاب، جو مکان کے اندرونی حصہ کی طرح ہیں، کے لیے بمنزلہ دہلیز کے ہیں۔ بعض فصلوں میں آپ نے حسّی مثالیں بھی بیان کی ہیں جو تمام مذاہبِ فقہ کے چشمۂ شریعت کبریٰ سے نکلنے کی کیفیت واضح کرتی ہیں اور وہ آخری دور کے مقلّدین کے اقوال کے، اول دور کے مقلدین کے ساتھ متصل ہونے کی صورت پر مشتمل ہیں اور وُہ اتصال عرش سے شروع ہوتا ہے کرسی تک اور کرسی سے قلم تک اور قلم سے لوح محفوظ تک اور وہاں سے جبریل امین علیہ السلام کی درگاہ تک اور وہاں سے سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے دربار تک اور وہاں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان تک اور وہاں سے تابعین عظامؒ تک اور وہاں سے تبع تابعینؒ تک اور وہاں سے ائمہ مجتہدینؒ اور مقلّدین پر ختم ہوتا ہے۔[۷]

ان فصول میں آپ نے یہ بھی واضح کیا ہے بظاہر متناقض احادیث عزیمت و رخصت کی دو صورتیں ہیں[۸] اور ان میں بطور مثال درخت، جال، دائرہ اور دریا کے نقشے بھی لائے ہیں جن کو دیکھ کر واضح ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کا کوئی قول شریعت سے خارج نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء و مجتہدین کے اقوال شریعتِ مطہرہ کے زرّیں قوانین کے ماتحت ہیں اور انھی کے انوار کی چمکتی ہوئی شعاعیں ہیں اور کوئی ایک قول بھی شریعت سے باہر نہیں ہے۔ تمام مذاہبِ فقہ شریعتِ مطہرہ کے چشمۂ صافیہ سے نکلنے والی نہریں ہیں۔ سرچشمۂ شریعت کی مثال ہتھیلی اور مذاہبِ مجتہدین کی مثال انگلیوں کی سی ہے۔[۹]

اس سب کے ساتھ ساتھ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقلیدِ محض پر قناعت کو قلّتِ بصیرت کا سبب قرار دیا ہے۔[۱۰]

اسی طرح آپ نے کئی علماء کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مذاہبِ اربعہ کی فقہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ کیونکہ دین میں رائے مذموم ہے اور تمام ائمۂ فقہ قول بالرائے سے بری ہیں، بالخصوص امامِ اعظم ابو حنیفہ مگر اس کے باوجود بعض حقیقت سے بے خبر لوگوں نے اس ضمن میں اُن پر بے جا طعن کیا ہے۔[۱۱]

۲۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فقہی اختلاف کی حیثیت اور اختلافی مسائل میں سلف صالحین کے طرزِ عمل کے پیش نظر اپنے عمیق مطالعہ، معتدل رجحان اور گہری بصیرت کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ فروعی مسائل میں بے جا تعصب کو ختم کرکے مذاہبِ فقہ کے مابین باہمی رواداری کو فروغ دیا جا سکتا ہے، لہٰذا آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہی مذاہب کے درمیان جمع و تطبیق کی تشکیل کا عزم فرمایا اور واضح کیا کہ:

فقہاء کے درمیان اکثر اختلاف کی صورتیں، بالخصوص ان مسائل میں جن میں صحابہ کرام کے موافق و مخالف اقوال موجود ہیں جیسے تکبیراتِ تشریق، تکبیراتِ عیدین، حالتِ احرام کا نکاح، ابن عباس اور ابن مسعود کا تشہد، بسم اللہ اور آمین کو آہستہ پڑھنا، اقامت میں (الفاظِ اقامت) دو بار یا ایک بار کہنا وغیرہ، ان میں اختلاف، دو اقوال میں سے ایک قول کی ترجیح کا ہے۔ اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کیا ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے قرات کے الفاظ میں قرّاء کا اختلاف ہے۔[۱۲]

اس کے لیے آپ نے درج ذیل تین محاذوں پر کام کیا:

اول : آپ نے مذاہبِ اربعہ کی کتب اور ان کے مستدلّات کے مطالعہ کی روشنی میں، نیز نورِ غیبی کی مدد سے اپنے لیے ایک معتدل روش اختیار فرمائی، اس روش کا نام آپ نے ”روشِ فقہائے محدثین“ رکھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجتہدین کے اقوال کو حدیث پر پیش کیا جائے اور جو قول ظاہر و معروف حدیث کے موافق ہو، اُسے قبول

کیا جائے۔اس طرح کہ نہ تو مجتہدین کے اقوال سے استغناء ہو اور نہ اُن اقوال پر حدیث سے صرف نظر کرکے اصرار کیا جائے۔[۱۳]

علمِ حدیث اور اقوالِ مجتہدین کے درمیان یہ جامعیت شاہ صاحب کے نزدیک مجتہد منتسب کا مقام ہوتا ہے۔

دوم: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں فقہی مذاہب کو یکساں درجہ میں اہمیت دی۔[۱۴] اس کے لیے ایک طرف آپ نے ہر فقہی مذہب اور اس کے ابتدائی حاملین کی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور اس کی اہمیت کا برملا اظہار فرمایا۔ دوسری طرف آپ نے رسول اللہ ﷺ سے روحانی طور پر استفادہ کرکے بتایا:

> "''سألته عن هذه المذهب الأربعة وبهذه الطرق أيها أولى عنده بالأخذ وأحبّ ففاض على قلبى أنّ المذهب و الطرق كُلها سواء و لا فضل لواحدٍ على الاخر"[۱۵]

> ''میں نے جناب رسالت مآب ﷺ سے مذاہبِ اربعہ کے متعلق استفسار کیا کہ ان میں سے کون سا طریقِ فقہ آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور قابل عمل ہے؟ تو میرے دل پر القاء ہوا کہ مذاہبِ اربعہ اور تمام طریقِ فقہ برابر ہیں اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔''

سوم: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کا روحانی حکم پا کر چاروں فقہی مذاہب کے درمیان باضابطہ جمع و تطبیق کی کوشش فرمائی۔ جمع و تطبیق کے اس نازک عمل میں اللہ تعالیٰ نے حق تک رسائی کے لیے آپ کو ایک ''میزان'' بھی عطا فرمایا۔[۱۶] جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے دل میں کسی خاص وقت میں ایسا میزان رکھ دیا ہے جس سے میں اس امت محمدیہ ﷺ میں ہونے والے ہر اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں اور یہ بھی جان لیتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک حق کیا ہے؟ اور مجھے یہ قدرت بھی دی کہ میں اس کو عقلی اور نقلی دلائل سے اس طرح ثابت کردوں کہ اس میں کوئی شُبہ اور اشکال باقی نہ رہ جائے۔ ان سب کے ساتھ آپ کو یہ احساس بھی عطا کیا گیا کہ آپ ہر فاسد شیرازہ کو توڑنے والے ہیں اور خلعتِ فاتحیت سے سرفراز ہیں، نیز آپ سے ایک خاص نوع کی خدمت اور امت میں خاص نوع کی شیرازہ بندی کا کام لیا جانا ہے۔ تطبیق کا یہ کام آپ نے دو مرحلوں میں کیا:

(الف) حرمین شریفین سے واپسی کے بعد پہلے مرحلہ میں آپ نے اپنے ملک کے ماحول کے پیش نظر فقہ حنفی اور فقہ شافعی کے درمیان تطبیق کی عملی کوشش فرمائی[۱۷]۔

"المسوی شرح المؤطا" (عربی) میں یہ کام دیکھا جا سکتا ہے۔

(ب) دوسرے مرحلے میں آپ نے چاروں فقہی مذاہب کی آراء کے مابین تطبیق و توافق کا کام شروع فرمایا چنانچہ اپنی تصنیف "مصفّٰی شرح المؤطا" (فارسی) (جو "المسوّٰی" کے بعد کی تصنیف ہے) میں اسی نہج پر کوشش فرمائی۔[۱۸]

شاہ صاحب کے اس تطبیقی منہج کے اندر فقہی مذاہب کی اپنی خصوصیات بھی برقرار رہتی ہیں، حدیث پر پوری طرح عمل ہر حال میں باقی رہتا ہے اور فروعی مسائل میں امت کے لیے آسانی اور سہولت کی راہ کھلی رہتی ہے۔ اس طرح کسی بھی رائے پر عمل کرنے والا جس طرح اپنے بارے میں یہ اطمینان رکھتا ہے کہ وہ شریعت پر عمل کر رہا ہے، اسی طرح وہ دوسرے فقہی مسلک کے مطابق عمل کرنے والے کو بھی شریعت کا عامل خیال کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دونوں ایک عمل کی ادائیگی کی دو شکلیں ہیں، دونوں مشروع ہیں اور دونوں درست ہیں۔ یہ احساس اور تصوّر باہمی اجنبیت کو کم کرتا ہے۔ بے جا فقہی تعصب اور تشدّد پیدا نہیں ہونے دیتا۔ باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے اور اس روش کو بروئے کار لاتا ہے جو عہدِ اوّل سے سلف صالحین کی روش رہی ہے۔

تطبیقی مساعی کی عصری معنویت:

بلاشبہ ملتِ اسلامیہ فکری زوال کی وجہ سے اپنے وسیع المشرب دین میں مختلف فقہی مذاہب و مسالک کی بناپر ایک دوسرے سے صف آرا رہی ہے اور ہے۔ سترھویں صدی کے اختتام اور اٹھارہویں صدی کے ابتدائی عشروں میں ان اختلافات نے باقاعدہ محاذ آرائی کی صورت اختیار کرلی، اس عہد میں کفر کے فتووں کی فراوانی دیدنی تھی۔ معمولی معمولی فرق نے امتِ مسلمہ میں نفاق کی خلیج حائل کردی۔ اس دوَر کی دوسری کیفیت یہ تھی کہ اس عہد میں مسلمان سیاسی زوال کا شکار تھے۔ ان کے اقتدار کا سورج بڑی تیزی سے غروب ہو رہا تھا۔ زوال کی ان پرآشوب فضاؤں نے مسلکی تنوّع کو دشمنی اور غیر صحت مند مسابقت میں تبدیل کر دیا تھا۔ فکری افراط و تفریط نے امتِ مسلمہ کے سیاسی زوال کو مہمیز لگائی اور ملّت خود ہی اپنی دشمن بن گئی۔ لہٰذا یہ امر ناگزیر ہے کہ اسلام کے آفاقی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے جملہ مسالک و مذاہب سے وابستہ افراد کو ایک متحدہ پلیٹ فارم مہیا کیا جائے تاکہ غیر اسلامی معاشروں کی یکجائی کے تناظر میں ملتِ اسلامیہ زیادہ بہتر صورت میں اپنے اتحاد و اتفاق کی عملی شکل پیش کرسکے۔ ذیل میں اس حوالہ سے ایک لائحہ عمل پیش کیا جا رہا ہے جس کی بدولت عصر حاضر میں تطبیقی مساعی کی معنویت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

الف۔ ہم آہنگ سماج (Cosmopolitan Societies):

عصرِ حاضر میں جب کہ دنیا گلوبلائز ہو رہی ہے اور پوری دنیا میں بالعموم اور امریکہ اور مغرب میں بالخصوص مختلف تہذیبوں کے حامل لوگ مشترک اقدار کی بنیاد پر ہم آہنگ سماج (Cosmopolitan Societies) کی جانب پیش قدمی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے بھی کثیر المذاہب / کثیر المسلکی

(Cosmopolitan) معاشرے وجود میں آرہے ہیں، جہاں رہنے والے مسلمان ایک فقہی مسلک سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ مختلف مذاہب و مسالک کے پیروکار ہونے کی وجہ سے وہ نکاح، طلاق اور دیگر معاملات میں مختلف نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ مختلف معاشرتی الجھنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات یہ الجھنیں معاشرے کے اندر انتشار، انارکی اور معاندانہ رویوں کو بھی جنم دیتی ہیں۔ للذا ضروری ہے کہ فقہی مذاہب کے فروعی اختلافات کے مابین تطبیق و توافق پیدا کرکے اُن کے مابین متنازعہ مسائل کا حل پیش کیا جائے تاکہ امتِ مسلمہ ''جسدِ واحد'' کے مصداق فکری و عملی طور پر بھی ایک ہو سکے۔

ب۔ عصری مسائل کا حل:

جیسے جسمِ انسانی کی نشو و نما کے ساتھ ساتھ لباس بڑا ہوتا جاتا ہے اور پھر جب انسان شباب کی منزل پر پہنچتا ہے اور اس کا جسم کمال اور پختگی کی آخری حد کو چھو لیتا ہے تو اب جو لباس اس کے جسم کو موزوں ہوتا ہے، آخری عمر تک اس میں کمی اور اضافے کی ضرورت نہیں رہتی، اسی طرح انسانی تمدن جب تک ناپختہ اور ناتمام تھا، نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور ایک شریعت کی جگہ دوسری شریعت انسانیت کے لیے بھیجی جاتی رہی۔ خاتم النبیین جناب حضرت محمد ﷺ اس وقت مبعوث ہوئے، جب انسانی تمدن اپنے شباب و کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اس لیے جو شریعت آپ ﷺ کے ذریعے بھیجی گئی، وہ انسانیت کے لیے قیامت تک کافی و شافی رہے گی اور اس کی مثال اس لباسِ زیبا کی ہے جو عہدِ جوانی سے تا دمِ آخریں جسمِ انسانی پر اپنی موزونیت برقرار رکھتا ہے۔

پھر غور کریں تو انسان کی بنیادی فطرت میں تو تغیر و تبدل شاید ہی پیش آتا ہو لیکن نئے وسائل پیدا ہوتے ہیں، رواج بدلتے ہیں، اخلاقی اور سیاسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، اس لیے جو شریعت قیامت تک کے لیے ہو، ضروری ہے کہ وہ بہ یک وقت ثبات اور تغیر دونوں کے لیے مواقع فراہم کرتی ہو۔ کچھ احکام ناقابل تبدیل ہوں جو شریعت کے حدودِ اربعہ کی حیثیت رکھتے ہوں اور کچھ تغیر پذیر، جو مختلف ادوار اور حالات کے تقاضوں کو قبول کرنے کی گنجائش فراہم کرتے ہوں چنانچہ شریعت اسلامی میں ان دونوں پہلوؤں کی رعایت موجود ہے۔[۱۹]

(i) کچھ احکام ''قطعی'' ہیں ایسے مسائل میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

(ii) دوسری قسم کے احکام ''ظنّی'' ہیں، ان میں ایک سے زیادہ آراء کی گنجائش ہے۔

(iii) تیسری قسم کے احکام وہ ہیں جن کو ''مصلحی'' کہا جاتا ہے یعنی شریعت کے مقاصد و مصالح اور لوگوں کی ضروریات اور حالات کو سامنے رکھ کر آراء قائم کی گئی ہوں اور قرآن و حدیث میں ان احکام کے سلسلے میں کوئی تحدید (Restriction) نہ پائی جاتی ہو۔

مختلف مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق ایک ایسی صحت مند کاوش ہے جسے ہر عہد کے مسلمان اپنی فلاح کا سنگِ میل قرار دے سکتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان جس فکری روگ کا شکار سترھویں صدی

میں تھے، آج پھر نئے سرے سے وہ اسی موذی مرض کی یلغار میں ہیں۔ ہمارے نزدیک آج بھی، زوالِ ملتِ بیضا بے زری سے نہیں بلکہ مسالک کے ماننے والوں کی تنگ نظری سے ہے۔ یہی وہ روگ ہے جو ملت کے وسائل کو یک جا نہیں ہونے دیتا۔ نئی نسل پریشان ہے کہ ان کا خدا ایک ہے، رسول ایک ہے، کتاب ایک ہے مگر ملتِ بیضا ایک نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کے Cosmopolitan معاشرے کی تشکیل کے لیے "تطبیق بین مذاہب الفقہ" کی سوچ کو از سر نو نئے ضابطوں اور اجتہادی آراء کے ساتھ مدون کیا جائے تاکہ عہدِ جدید کے مسلمان اپنے مسائل کا حل پا سکیں۔ آج کا معاشرہ جدید طرزِ زندگی کے باعث نئے چیلنجز سے نبرد آزما ہے۔ سود ہی کو لیجیے۔ عہدِ نبوی ﷺ کا سودی معاشرہ اتنا Complex نہ تھا جتنا آج کا ترقی یافتہ سماج۔ عہد نبوی ﷺ میں ہوا و حرص کا عالم یہ نہ تھا جو آج ہے۔ اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء اور غذائی ضروریات بڑی ہی سادہ تھیں۔ اسلامی احکام کی بجاآوری انتہائی آسان تھی۔ آج ساری ضروریات کا تعلق خودکار مشینوں سے ایسے جڑ گیا ہے کہ احکامِ شرعیہ کی پامالی غیر محسوس طریقے سے ہو جانے کے امکانات زیادہ ہو گئے ہیں۔ مشینی ذبیحہ اور کیمیاوی مشروبات کے استعمال نے "حدود اللہ" کی تشکیل کو نئی صورت عطا کی ہے۔ علمائے مجتہدین کے فرائض اور بھی اہم ہو گئے ہیں۔ بینکاری ہو یا غذائی مصنوعات کی فراہمی۔ سبھی مقامات تدبر و تفقّہ کے محتاج ہیں۔ ان سب کا علاج ہم تطبیق بین المسالک کے حوالے سے تلاش کر سکتے ہیں۔

ج۔ مسلکی عصبیت کا خاتمہ اور باہمی رواداری کا فروغ:

امام عبد الوہاب شعرانیؒ کی دور رس نگاہوں نے موجودہ زمانہ میں مسلکی تعصب کی کیفیت کا پہلے ہی ادراک کر لیا تھا، اس لیے انھوں نے بہت پہلے مختلف مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق و توافق کی کامیاب عملی کوشش کی اور شاہ ولی اللہؒ نے اپنے دور کے حالات کے پیش نظر اس موضوع پر دوبارہ قلم اُٹھایا۔ ان ہر دو حضرات کی عالمانہ کوششوں نے مختلف فقہی مذاہب میں سے بالعموم اور مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے بالخصوص مشترک بنیادوں کو تلاش کیا اور ملت کو احساس دلایا کہ فقہی مذاہب و مسالک کا تنوع، اصل دین سے اختلاف کا سبب کیونکر بنا چاہتا ہے؟ وہ حُسن جو اس گلستان کا امتیازی وصف تھا، وہ دین کی جڑیں کاٹنے کا باعث کیسے بن رہا ہے؟ بلاشبہ ان بزرگوں کی مساعیٔ جمیلہ، احیائے ملتِ اسلامیہ کی پہلی فکری کاوش قرار پائیں گی۔

انھوں نے فقہی اختلاف کی تاریخ، اس کی حیثیت و حقیقت اور مذاہبِ اربعہ کے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈال کر واضح کیا کہ یہ اختلاف نہ صرف مشروع اور محمود ہے بلکہ اس میں اُمت کے لیے سہولت اور تخفیف ہے۔ مذاہبِ اربعہ دراصل ایک ہی شجرِ طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ یہ سب ایک جڑ سے پیوستہ ہیں اور قرآن کریم کے بعد حدیث و سنت ہی ان سب کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے نہ صرف حدیث و سنت کے ساتھ ان کی ہم آہنگی برقرار رہنی چاہیے بلکہ ایک درخت کی ان شاخوں کے درمیان باہم اجنبیت نہیں ہونی چاہیے۔ درخت کی ہر شاخ اپنے نیچے آنے والوں کے لیے سایہ دار ہے اور مسائل و مشکلات کی تمازت میں اگر ایک شاخ سے راحت نہیں مل پا رہی تو

دوسری شاخ سایہ کو گھنیرا بنا سکتی ہے۔ پس فقہی فروعی مسائل میں نہ تو شدت ہونی چاہیے اور نہ ان میں باہمی منافرت۔ بلکہ ان مسالک کے درمیان حدیث کی روشنی میں بقدرِ امکان تطبیق وتوافق کی سعی ہونی چاہیے۔

لمحۂ موجود میں جب کہ رنگ، نسل، علاقہ اور زبان کی بنا پر مضبوط وفاق اگر وجود پذیر ہو سکتے ہیں اور ہو چکے ہیں تو ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک دین کے حامل مسلمانوں کا وفاق کیوں نہیں بن سکتا؟ آج جب کہ امریکہ اور یورپ مختلف الخیال اور مختلف المذاہب لوگوں کو اپنے معاشرے میں برداشت کر سکتا ہے تو مسلمانوں کی فروعی مسائل کی بنا پر پیدا شدہ باہمی نفرتوں کا خاتمہ کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ اور اب جبکہ مسلمانوں کے Cosmopolitan معاشرے وجود میں آچکے ہیں اور آرہے ہیں جہاں مختلف فقہی مذاہب کے پیروکاروں کا باہمی ربط وضبط ایک لازمی امر ہے۔ اس لیے فقہی مذاہب کی بہ ظاہر مختلف آراء کے مابین تطبیق وتوافق کی اہمیت از حد بڑھ جاتی ہے۔ فقہی مذاہب و مسالک کے مابین تطبیق کے ذریعے نہ صرف باہمی فروعی اختلافات کو کم کرنے میں مدد ملے گی بلکہ جدید مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ باہمی رواداری کو بھی فروغ ملے گا۔

د۔ **نفاذِ اسلام سے متعلق ممکنہ خدشات کا ردّ:**

امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ لمحۂ موجود کی اشد ضرورت ہے کیونکہ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد فقہی اختلافات کا سہارا لے کر نفاذِ اسلام کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں اور اُن کی دلیل کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ معاشرتی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تعلیمی نظام کو اسلام کے مطابق کرنے میں فقہی اختلافات آڑے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ اختلافات امتِ مسلمہ کے لیے سہولت اور یُسر کا باعث ہیں۔ ہر ترقی یافتہ اور مہذّب قوم میں اختلاف رائے کو مستحسن سمجھا جاتا ہے اور اس طرح خوب سے خوب تر کی جستجو جاری رہتی ہے لیکن غلامانہ ذہنیت اور منفی سوچ رکھنے والے اسے ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر[۲۰]

نتائجِ بحث

امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فقہی اختلافات میں اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ان کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ اُن دونوں میں سے افضل کون ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے الفاظِ قرات میں قرّاء کا اختلاف ہے۔ اربابِ فکر و دانش، امام عبد الوہاب شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ کرکے نہ صرف موجودہ اختلافات کا حل نکال سکتے ہیں بلکہ، آج جب کہ دنیا گلوبل ویلج کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے اور صدیوں کی مسافتیں لمحوں میں طے ہونے لگی ہیں، اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف عملی پیش قدمی بھی ممکن بنائی جا سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کام تین مراحل میں ہوگا:

۱۔ مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق کے لیے راہنما اصول وضع کیے جائیں۔اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے بالعموم اور امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے بالخصوص قابلِ قدر کام کیا ہے۔

۲۔ مختلف مذاہبِ فقہ کے دلائل کو قرآن و سنت اور اجماعِ امت پر پیش کیا جائے۔جس کی دلیل، قرآن و سنت اور اجماعِ امت کے موافق ہو اور اس کو اپنانے میں امتِ مسلمہ کے لیےیُسر اور سہولت بھی ہو، اُسے ترجیح دی جائے۔اس سلسلے میں مذاہبِ فقہ میں سے ہر متعین فقہی مذہب میں مختلف اقوال کے مابین موازنہ کرکے راجح قول کو ترجیح دی گئی ہے لیکن مجموعی طور پر مذاہبِ فقہ کے مابین ترجیح کا عمل خاطر خواہ نہیں ہوا۔

۳۔ پھر ان راجح اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے "اجتماعی فقہ کی تدوین" کی طرف پیش قدمی کی جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

١ النساء (۴):۳۸ Al-Nisāʾ, 4:38

٢ الانبیاء (۱۲):۷ Al-Anbiyāʾ, 12:7

٣ الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، مصر: عیسیٰ البابی حلبی (۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء)، ۱/۷

Al-Shaʿrānī, Aʿbd-al Wahāb, Al-Mīzān al-Kubrā, Miṣr, Eʿīsā al-Bābī, Ḥalbī, (1418 AH/ 1998AD), Vol. 1, Pg# 7

٤ الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، ۱/۸

Al-Shaʿrānī, Aʿbd-al Wahāb, Al-Mīzān al-Kubrā, Vol.1, Pg# 8

٥ التغابن (۶۴):۱۶

Al-Taghābun, 64:16

٦ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن ﷺ، دار طوق النجاۃ، ط۔۱، (۱۴۲۲ھ)، ج:۹، ص:۹۱، رقم الحدیث: ۷۲۸۸

Al-Bukhārī, Muhammad Bin Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ Al- Ṣaḥīḥ, Kitāb Al-Iʿtiṣām, Bāb Al-Iqtidāʾ Bi Sunan, Dār Ṭauq al-Najāh, 1st Edition, (1422 AH), Vol.9, Pg# 91, Hadith # 7288

٧ الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، ۱/۵۳-۶۶ملخصاً

Al-Shaʿrānī, Aʿbd-al Wahāb, Al-Mīzān al-Kubrā, Vol.1, Pg# 53-66

٨ ایضاً، ۱/۹۵ Ibid, Vol.1, Pg# 95

٩ ایضاً، ۱/۳۰ Ibid, Vol.1, Pg# 30

١٠ ایضاً، ۱/۱۶-۱۷ملخصاً Ibid, Vol.1, Pg# 16-17

۱۱ ایضاً، ۱/۷۲-۷۱ ملخصاً Ibid, Vol.1, Pg# 71-72

۱۲ شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، لاہور: ھیئۃ الاوقاف بحکومت البنجاب، ۱۹۷۱ء، ص ۶۳

Shāh Wali ALLAH, Al-Inṣāf Fī Bayān Sabab al-Ikhtilāf, Lahore, Ministry of Oqāf, Government of Punjab, (1971 AD), Pg# 63

۱۳ شاہ ولی اللہ، الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (مشمولہ انفاس العارفین)، دہلی: مطبع احمدی (س ن)، ص ۲۰۳-۲۰۴

Shāh Wali ALLAH, Al-Juz' al-La ṭīf Fī Tarjamah al-a'bd-al-ḍa'īf, Dehli, Maṭba' Aḥmadī, Pg# 203-204

۱۴ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، دہلی مطبع احمدی (س ن)، ص ۳۸-۳۵ ملخصاً

Shāh Wali ALLAH, Fuyūḍ al- Ḥarmain, Dehli, Maṭba' Aḥmadī, Pg# 35-38

۱۵ شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالٰہیۃ، بجنور، ڈابھیل، مدینہ برقی پریس (۱۹۳۶ء)، ۲۵/۲

Shāh Wali ALLAH, Al-Tafhīmāt al-ilāhiyyah, Bajnūr, Dābhail, Madinah Barqi Press, (1936 AD), Vol. 2, Pg# 25

۱۶ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی: قدیمی کتب خانہ (س ن)، ۴۶۲/۱

Shāh Wali ALLAH, Ḥujjah Al-Allah al- Bālighah, Karachi, Qadīmi, Kutub Khānah, Vol. 1, Pg# 462

۱۷ شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالٰہیۃ، ۲۰۲/۲

Shāh Wali ALLAH, Al-Tafhīmāt al-ilāhiyyah, Vol. 2, Pg# 202

۱۸ شاہ ولی اللہ، مصفّٰی شرح الموطا، کراچی: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، (س ن)، ۳/۱

Shāh Wali ALLAH, Muṣaffā Sharah Al-Mu'ṭṭā, Karachi, Muhammad 'Alī kārkhānah Islāmī Kutub, Vol. 1, Pg# 3

۱۹ فہیم اختر ندوی، فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف (مقدمہ: خالد سیف اللہ رحمانی)، نیو دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۰۰۳ء، ص ۲۶، ۲۷

Fahīm Akhtar Nadvī, Fiqhī Ikhtilāf aur Shāh Wali ALLAH Kā Mauqif, Muqaddamah Khālid Saif Raḥmānī, New Delhi, Islāmic Book Foundation, (2003), Pg# 26-27

۲۰ علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اُردو)، "ضربِ کلیم"، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، (۲۰۰۹ء)، ص ۵۲۸

'Allāmah Muhammad Iqbāl, Kulliyāt -e- Iqbāl Urdu, Ḍarb -e- Kalīm, Iqbāl Academy Pakistan, Lahore, (2009), Pg# 528